© rasailojaraid.com

نبوت کا کارنامہ

طبیعات وریاضیات، ادب وفلسفہ، سیاست ومعاشیات اور اخلاق ونفسیات سب نے مل کر ایک ایسے مشینی انسان کی پرورش کی ہے جو یقین کی دولت، بے غرض محبت، بے لوث خدمت، عالمگیر جذبۂ ہمدردی وشفقت، احساسِ لطیف اور کسی بالاتر حقیقت سے قطعاً ناآشنا ہے، اس کا دماغ حقیقی معرفت سے، اس کا دل خلش سے، اس کا پہلو درد سے، اس کی آنکھیں اشک ندامت سے، اس کے دن تپش سے، اس کی راتیں گداز سے محروم ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

جس ماحول اور معاشرے کی ہمارے دماغوں اور ہماری ایجادوں نے تخلیق کی ہے، وہ نہ تو ہمارے قد وقامت پر راست آرہا ہے اور نہ ہماری شکل وصورت کے مطابق ہے۔ ہم بڑے بدقسمت لوگ ہیں، ہم اخلاقی اور دماغی حیثیت سے برابر انحطاط وتنزل کی طرف جارہے ہیں، جن انسانی جماعتوں اور قوموں میں صنعتی تمدن اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا ہے، ان کے متعلق پوری ذمے داری کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ وہی بدقسمت جماعتیں اور قومیں ہیں جو کمزوری کا شکار ہوتی جارہی ہیں اور جو دور بربریت اور وحشت تک دوسری نیم ترقی یافتہ قوموں سے پہلے واپس ہوجائیں گی، لیکن ان کو خود اس کا احساس نہیں۔ اس لئے کہ علم نے ان کے گرد جو دشمن انسانیت سرنگیں بچھادی ہیں ان سے بچنے کا ان کے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔

گزشتہ تہذیبوں کی طرح ہماری تہذیب نے بھی ایسے مخصوص حالات پیدا کردیئے ہیں جنھوں نے خود زندگی کو ناممکن بنادیا ہے اور اس کے اسباب ابھی تک پورے طور پر واضح اور معین نہیں ہیں، وہ انتشار افکار اور وہ بے چینی واضطراب جس میں عصرِ حاضر کے بڑے بڑے شہروں کے باشندے مبتلا ہیں خود ان ہی کے سیاسی، معاشی اور اجتماعی (Social) نظاموں کا نتیجہ ہے، جمادات سے تعلق رکھنے والے علوم کی روز افزوں ترقی اور انسان کی خود اپنے متعلق بڑھتی ہوئی ناواقفیت اور لاعلمی نے ہم کو یہ روز بد دکھایا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عصر حاضر کا سب سے بڑا فریضہ یہ ہے کہ انسان اپنی اصل توجہ اور غور وفکر کا مرکز اپنی ذات کو بنائے اور یہ دریافت کرنے کی کوشش کرے کہ موجودہ اخلاقی اور دماغی انحطاط اور افلاس کا اصلی سبب کیا ہے؟ راحت وسہولت، شان وشوکت، حسن وجمال اور ہمارے تمدن کے پیچیدہ تر بن جانے کا کیا حاصل ہے، کیا ہماری اخلاقی وذہنی کمزوری ان وسائل سے پورا فائدہ اٹھانے میں حائل ہے؟ سچی بات یہ ہے کہ اس طریقہ زندگی کو حسین وجمیل بنانے کی کوشش پیہم جاری رکھنا فعلِ عبث ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم اخلاقی حیثیت سے پست ہوتے چلے جائیں اور شریف قوموں کی بہترین صفات دنیا کے پردے سے گم ہو جائیں۔ اس وقت کہیں زیادہ اہم اور مفید کام یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ زیادہ تیز رفتار جہاز، زیادہ راحت بخش موٹریں، زیادہ ارزان ریڈیو سیٹ اور زیادہ بہترین دور بینیں بنائیں۔ ہم اپنی توجہ نفس انسانی اور ذات انسانی پر مرکوز کریں۔ جس وقت ہمیں کوئی طیارہ کم سے کم گھنٹوں میں یورپ یا چین پہنچا دیتا ہے تو اس سے ہم کون سی حقیقی ترقی کا ثبوت دیتے ہیں؟ کیا یہ ضروری ہے کہ پیداوار اور صنعتوں کا یہ بے مقصد سلسلہ برابر جاری رہے، یہاں تک کہ انسان ایسی چیزوں کی بڑی سے بڑی مقدار کام میں لاتا رہے، جن میں کوئی حقیقی فائدہ نہیں۔ اب اس بارے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں رہا کہ میکانک (Mechanics) طبیعات (Physics) اور کیمیا (Chemistry) کے علوم ہم کو ذکاوت، اخلاقی نظام، جسمانی صحت، اعصابی توازن، قلبی سکون اور امن وامان عطا کرنے سے بالکل قاصر ہیں۔

انسان یا دنیا؟

ان الفاظ میں ہماری صدی کے وسط میں ایک مغربی ماہر طب اور نوبل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر الکسس کارل (Alexes Carel) نے اس اصل بیماری کی تشخیص کی ہے جس میں موجودہ مغربی تہذیب اور دنیا کی ذہنی قیادت مبتلا ہے، وہ یہ کہ انسانی توجہات اور کوشش کا مرکز اور موضوع ''انسان'' کے بجائے یہ خارجی دنیا اور خود اس کے الفاظ میں جمادات اور اقبال کے الفاظ میں ''برق وبخارات'' کی دنیا بن کر رہ گئی ہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا نے ترقی کی اور انسان نے جس کے لئے یہ دنیا پیدا کی گئی ہے اور جو مقصد کائنات ہے کوئی ترقی نہیں کی بلکہ وہ اپنی اندرونی صفات وکیفیات، اپنے اخلاق واطوار اور حقیقت انسانی کے اعتبار سے پست تر اور دور وحشت وبربریت سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر الکسس کارل اور سی۔ ایم جوڈ اور دوسرے مغربی مفکرین وناقدین نے اپنی تصنیفات میں صنعتی اور اخلاقی ترقی کے جس عدم توازن کا مرثیہ پڑھا ہے اور اس بارے میں مغربی تہذیب اور اس کے قائدین ومفکرین کی جس کوتاہ نظری اور غلط اندیشی کے خلاف احتجاج کیا ہے، وہ دراصل اتنی سرسری اور سطحی نہیں ہے جس کو ایک ذہنی لغزش اور اک اتفاقی حادثے سے تعبیر کیا جائے، دراصل یہ اس فکری قیادت کا فطری تقاضہ اور طبعی مزاج ہے جو خاص حالات واسباب کی بنا پر کم سے کم دو صدیوں سے دنیا پر کلیتاً حاوی اور انسانی معاشرے پر قابض ومتصرف ہے۔ یہ اس تہذیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور فکری قیادت کا بہترین جوہر اور کارنامہ ہے اور کسی تہذیب کو اپنا جوہر دکھانے پر ملامت کرنا درست رویہ نہیں۔

غیر فطری داعیہ:

آپ کو درختوں میں سے بہتر سے بہتر درخت کے انتخاب کا ہر وقت حق ہے، آپ باغبان کو درخت لگانے سے روک بھی سکتے ہیں، آپ لگے ہوئے درخت کاٹ بھی سکتے ہیں، جلا بھی سکتے ہیں لیکن آپ کو حق نہیں کہ درخت سے اس کی فطرت اور نوع کے خلاف اور اپنی مرضی کے مطابق پھل دینے کا مطالبہ کریں اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو آپ اس کی شکایت کریں۔ تہذیب جدید نے اور دنیا کی اس فکری قیادت نے سترھویں صدی میں دنیا کا چارج لیا، انسان کو ایک ترقی یافتہ حیوان فرض کر کے، جس کا کسی غیبی سرچشمے اور کسی بالاتر ہستی سے کوئی تعلق نہیں اور جس کے اندر صرف حیوانی تقاضے، جنسی احساسات اور غلبے واستعلا کی خواہش پائی جاتی ہے، کوشش شروع کی۔ اس نے زیادہ سے زیادہ اس بات کی کوشش کی کہ اس انسان کا اس عالم خارجی سے زیادہ مستحکم اور وسیع تعلق پیدا ہو، اور وہ اس کی طاقتوں کو مسخر کر کے اپنی زندگی کا سفر زیادہ سے زیادہ سہل اور پر راحت بنائے، اس نے اس کی ہر ایسی صلاحیت اور اس کے ہر ایسے شعبے کو حقارت کے ساتھ نظر انداز کیا جو اس مقصد کے لئے کارآمد نہیں بلکہ اس راستے میں اس کے حارج ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس نے اس کی روح کو، اس کے قلب کو اور اس کے ان لطیف احساسات کو نظر انداز بلکہ ان کے وجود کا انکار کیا جو انسان کی مادی ترقی اور معاشی ضروریات کے لحاظ سے کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔

روح کی دنیا:

نتیجہ یہ ہوا کہ انسان اپنی حیرت انگیز مادی فتوحات اور صنعتی ترقیات کے ساتھ ساتھ اپنے انسانی خصائص وفضائل میں سرعت کے ساتھ انحصار وتنزل کے مدارج طے کرتا رہا، یہ دنیا آباد اور سرسبز وشاداب ہوتی رہی اور خود انسان کے اندر کی دنیا ویران ہوتی چلی گئی۔ وہ باہر فتوحات پر فتوحات حاصل کرتا رہا اور اندر شکست پر شکست کھاتا رہا، اس نے خشکی وتری پر قبضہ کیا اور بڑے بڑے سرکشوں کو زیر کیا، لیکن نفس کی ادنیٰ ترغیب اور گناہ کی ادنی خواہش کے سامنے جم نہ سکا۔ اس کے معلومات روز افزوں ہیں، لیکن اسی رفتار سے اس کا یقین متزلزل اور کمزور ہوتا جارہا ہے، اس کے دماغ میں معلومات کا خزانہ ہے، لیکن اس کے دل میں کوئی بات اتری ہوئی نہیں، وہ جانتا سب کچھ ہے لیکن عمل کسی پر کرنا نہیں چاہتا، سود وزیاں اور نفع ونقصان کبھی اس طرح مشاہدے میں نہیں آئے جیسے اس زمانے میں آگئے، لیکن نفع کی رغبت اور نقصان سے وحشت اس کی طبیعت سے نکل گئی۔

طبیعات وریاضیات، ادب وفلسفہ، سیاست ومعاشیات اور اخلاق ونفسیات سب نے مل کر ایک ایسے مشینی انسان کی پرورش کی ہے جو یقین کی دولت، بے غرض محبت، بے لوث خدمت، عالمگیر جذبۂ ہمدردی وشفقت، احساسِ لطیف اور کسی بالاتر حقیقت سے قطعاً ناآشنا ہے، اس کا دماغ حقیقی معرفت سے، اس کا دل خلش سے، اس کا پہلو درد سے، اس کی آنکھیں اشک ندامت سے، اس کے دن تپش سے، اس کی راتیں گداز سے محروم ہیں۔ اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک ایسے معاشرے کی تخلیق کی ہے جس میں وجود صرف نفع ولذت کا تسلیم کیا جاتا ہے، اس معاشرے میں لطیف انسانی احساسات اور حقیقی انسانی فضائل وکمالات کا زوال قدرتی اور لازمی ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ اس دورِ قیادت میں زندگی اور علم کے ہر شعبے میں بڑے باکمال اور مجتہدانہ قابلیت رکھنے والے جینئس انسان بڑی تعداد میں پیدا ہوئے، لیکن صدیوں پر صدیاں اور ملک کے ملک ایسے انسانوں کے وجود سے خالی نظر آتے ہیں، جو حقیقی انسانیت کا نمونہ ہوں، جن کا ناقابلِ شکست یقین، جن کی ناقابل تسخیر محبت، جن کی غیر مشتبہ خلائق دوستی، جن کا اغراض وفوائد سے بالاتر خلوص، جن کے حسن وکمال کے سانچے میں ڈھلے ہوئے اور میزان عدل پر تلے ہوئے اخلاق ومعاملات اور جن کی سچی روحانیت تاریک دلوں کو روشن کردے اور ہزاروں انسانوں کو راہ راست پر لے آئے۔

تسخیر کائنات:

تہذیب جدید نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور کوششیں اس کائنات کا راز معلوم کرنے، اس کی طبعی طاقتوں کو مسخر کرنے اور آلات ووسائل کو پیدا کرنے پر صرف کیں، اس نے اپنی اس محنت کا انعام پایا، آج یہ دنیا انسان کے سامنے سرنگوں ہے، لیکن انسان اس کے مسلسل تغافل کا شکار ہوکر اخلاقی وروحانی انحطاط کے اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ تمدن وتہذیب اور صنعت وترقی کی یہ کشادہ فراخ قبا اس کے نحیف ولاغر جسم پر چست نہیں ہورہی ہے، جس تناسب کے ساتھ اس کو اپنے اخلاق، ضبطِ نفس، جذبۂ خدمت، قوتِ ایثار، یقین واعتماد میں ترقی کرنی چاہئے تھی اس نے نہیں کی بلکہ انسانیت کے میدان میں وہ پیچھے ہٹتا رہا ہے، یہاں تک کہ علوم کی ترقی اور انسان کی پستی اس مقام کو پہنچ گئی ہے کہ بقول مسٹر سی، ایم جوڈ علوم طبعی نے ہمیں وہ قوت بخشی جو دیوتاؤں کے شایان شان تھی لیکن ہم اس کو بچوں اور وحشیوں کے دماغ سے استعمال کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی ونبوت کے ذریعے اپنے پیغمبروں کو انسانوں کی اصلاح وتکمیل پر مامور فرمایا اور ان حضرات نے اپنی دعوت ومحنت کا موضوع انسان کو بنایا۔ انبیاء علیہم السلام کی بصیرت پر اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ فاش کیا کہ اس دنیا کی قسمت اور اس کی آبادی ویرانی کا فیصلہ انسان پر معلق ہے۔ اگر حقیقی انسان موجود ہے تو یہ دنیا اپنی سب سیرانیوں اور بے سروسامانیوں کے ساتھ آباد معمور ہے اور اگر حقیقی انسان موجود نہیں تو یہ دنیا اپنی ساری رونقوں اور اپنے پورے سازوسامان کے ساتھ ایک ویرانے اور خرابے سے بہتر نہیں۔ اس دنیا کی بدقسمتی آلات ووسائل کی کمی اور فقدان سے نہیں بلکہ ان کے غلط استعمال سے ہے، دنیا کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ اس کو انسان کی غلط اندیشی اور بے راہ روی نے تباہ کیا، آلات ووسائل نے اس تباہی اور ہلاکت خیزی میں صرف اضافہ کیا۔

پھر انسان اپنی عظمت، اپنی وسعت، اپنی مرکزیت اور اپنی حکیمانہ صنعت کے اعتبار سے کہیں زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو سعی ومحنت اور توجہ وخدمت کا موضوع بنایا جائے، یہ کائنات بڑی پراسرار، بڑی پرعجائبات، بڑی حسین وجمیل، بڑی طویل وعریض ہے لیکن انسان کی فطرت کے اسرار وعجائبات، اس کے مخفی خزانوں اور دفینوں، اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قلب کی وسعتوں، اس کے دماغ کی بلند پروازیوں، اس کی روح کی بے تابیوں اور گرم جوشیوں، اس کی غیر مختتم تمناؤں اور نا آسودہ حوصلوں اور اس کی غیر محدود صلاحیتوں کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایسی کئی دنیائیں اس کے قلب کی وسعتوں میں اور یہ سارے سمندر اس کی دل کی گہرائیوں میں گم ہو جائیں۔ پہاڑ اس کے یقین کا، آگ اس کی محبت کے سوز کا، سمندر اس کے قطرۂ اشک کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس کے حسنِ سیرت کے سامنے دنیا کا ہر حسن ماند ہے، اس کے عزم وارادے کے آگے ہر طاقت سرنگوں ہے۔ اس انسان میں صحیح یقین، صحیح خواہش اور صحیح ملکات اور اخلاق کا پیدا کرنا اور اس سے خلافتِ الٰہی کا کام لینا نبوت کا اصل کارنامہ ہے۔

سب سے روشن کارنامہ:

ہر نبوت نے اپنے دور میں یہ کارنامہ انجام دیا اور ایسے افراد تیار کیے جنہوں نے اس دنیا کو نئی زندگی بخشی اور زندگی کو جو انسان کی خود فراموشی اور غلط اندیشی سے بے معنی ہو گئی تھی بامعنی بنا دیا۔ نبوت کے ان کارناموں میں جو زندگی کی پیشانی پر درخشاں وتاباں ہیں، سب سے روشن کارنامہ محمد رسول اللہ ﷺ کا کارنامہ ہے جس کی سب سے زیادہ تفصیلات تاریخ میں محفوظ ہیں، مردم سازی وآدم گری کے اس کام میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو کامیابی عطا فرمائی وہ آج تک کسی انسان کو حاصل نہیں ہوئی۔ آپ نے جس سطح سے تعمیر انسانیت کا کام شروع کیا اس سطح سے کسی پیغمبر اور مصلح اور کسی مربی کو شروع کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ یہ وہ سطح تھی جہاں حیوانیت کی سرحد ختم ہوتی تھی اور انسانیت کی سرحد شروع ہوتی تھی اور جس سطح پر آپ نے اس کام کو پہنچایا، اس سطح تک بھی کبھی تعمیر انسانیت کا کام نہیں پہنچا تھا، جس طرح آپ نے انسانیت کی انتہائی پستی سے کام شروع کیا اسی طرح انسانیت کی آخری بلندی تک اس کام کو پہنچایا۔

آپ کے تیار کیے ہوئے افراد میں سے ایک ایک نبوت کا شاہ کار ہے اور نوع انسانی کے شرف وافتخار کا باعث۔ انسانیت کے مرقع میں، بلکہ اس پوری کائنات میں پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین وجمیل، اس سے زیادہ دلکش ودل آویز تصویر نہیں ملتی جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ ان کا پختہ یقین، ان کا گہرا علم، ان کا سچا دل، ان کی بے تکلف زندگی، ان کی بے نفسی وخدا ترسی، ان کی پاک بازی وپاکیزگی، ان کی شفقت ورقت اور ان کی شجاعت وجلادت، ان کا ذوق عبادت اور ان کا شوقِ شہادت، ان کی شہسواری اور ان کی شب زندہ داری، ان کی سیم وزر سے بے پرواہی اور ان کی دنیا سے بے رغبتی، ان کا عدل اور ان کا حسن انتظام، دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ نبوت کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے جو انسانی افراد تیار کیے ہیں ان میں سے ایک ایک فرد ایسا تھا جو اگر تاریخ شہادت پیش نہ کرتی اور دنیا اس کی تصدیق نہ کرتی تو ایک شاعرانہ تخیل اور ایک فرضی افسانہ معلوم ہوتا ہے لیکن وہ تاریخ کی ایک حقیقت ہے۔ وہ ایک ایسا انسانی وجود تھا جس میں نبوت کے اعجاز نے متضاد اوصاف وکمالات پیدا کر دیئے تھے۔

خاکی ونوری نہاد، بندۂ مولیٰ صفات ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل وپاک باز

اس کے زمانے عجیب، اس کے فسانے غریب
عہد کہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل

ساقیِ اربابِ ذوق، فارس میدانِ شوق
بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل

فردملت کے خصائص:

یہ فرد جب تیار ہو گیا تو یہ زندگی کے ہر محاذ پر کارآمد، مستعد اور قیمتی ثابت ہوا جو خدمت اس کے سپرد کی گئی اس نے اپنی اہلیت وصلاحیت اور اپنی شناسی اور احساس ذمہ داری اور اپنے ذوق عمل اور جذبۂ خدمت کا ثبوت دیا۔ اس کو اگر فیصلے اور ثالثی کا کام سپرد کیا گیا تو وہ بہترین قاضی اور لائق ترین جج ثابت ہوا، جس نے ترازو کے تول فیصلہ کیا۔ وہ اگر فوجوں کا سپہ سالار اور قائد مقرر ہوا تو اس نے اپنی جنگی قابلیت، بیدار مغزی اور شجاعت اور مرحمت کا ثبوت دیا۔ اگر فوجوں کی کمان اس کے حوالے کردی گئی تو ایک مستعد اور کارگزار اور ایک جری اور جانباز سپاہی ثابت ہوا اور اگر اس کو فوج کی قیادت کے منصب علیا سے معزول کردیا گیا تو اس کی پیشانی پر ناراضی کی ایک شکن اور اس کی زبان پر شکایت کا ایک حرف نہیں آیا اور لوگوں نے اس کی مستعدی اور جوش ونشاط میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا۔ اگر وہ نوکروں کا آقا اور محکمے کا افسر تھا تو ایک فراخ دل اور شفیق آقا اور ایک خیر خواہ اور محبت کرنے والا بزرگ کا انداز، اور اگر وہ مزدور واجیر تھا تو وہ ایک فرض شناس ومستعد مزدور تھا، جس کو اپنی مزدوری کے اضافے سے زیادہ کام کے اضافے کی فکر تھی۔ وہ فرد اگر فقیر تھا تو فقیر صابر وقانع، اور اگر غنی تھا تو غنی شاکر اور محسن۔ وہ اگر عالم تھا تو علم کو عام کرنے اور لوگوں کو خدا کا راستہ بتانے کا حریص اور اپنے علم کی تقسیم میں فیاض اور اگر طالب علم تھا تو علم صحیح کے حصول کا شائق اور اس کو اعلیٰ درجے کی عبادت سمجھ کر اس کی طلب میں منہمک اور اس کے لئے بڑی سے بڑی محنت اور بڑی سے بڑی خدمت کرنے والا تھا۔ اور اگر وہ کسی شہر کا حاکم تھا تو راتوں کو پہرہ دینے والا اور دن کو انصاف کرنے والا تھا۔ غرض یہ فرد انسانی معاشرے کے جس مقام اور جس محاذ پر تھا نگینے کی طرح جڑا ہوا تھا۔

بحیثیت حکمران:

دنیا کی سب سے بڑی نازک اور خطرناک ذمہ داری یعنی حکومت جب اس کے سپرد ہوئی تو اس نے زہد وفقر اور ایثار وقربانی اور جفاکشی وسادگی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ دنیا محو حیرت رہ گئی اور ابھی تک اس کے تحیر میں کوئی کمی نہیں، آیئے ہمارے ساتھ خلاف راشدہ کے ان واقعات کو پڑھ لیجئے، عہد صدیقی کا مورخ لکھتا ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیوی نے شیرینی کی فرمائش کی، جواب دیا: میرے پاس کچھ نہیں، انہوں نے کہا کہ اجازت ہو تو میں روزمرہ میں سے کچھ درہم بچا کر جمع کرلوں، فرمایا جمع کرو، کچھ روز میں چند پیسے جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکر کو دیئے کہ شیرینی لادو، پیسے لے کر کہا: معلوم ہوا کہ یہ خرچ ضروری سے زیادہ ہیں لہذا بیت المال کا حق ہے، چنانچہ وہ پیسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خزانے میں جمع کر دیئے اور اسی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا۔

آپ نے بہت سی مملکتوں کے بادشاہوں اور بہت سی جمہوریتوں کے سربراہوں کے سرکاری دوروں کی روداد سنی ہوگی اور ان کے شاہانہ تزک و احتشام اور کروفر کا تماشہ دیکھا ہوگا۔ چھٹی صدی مسیحی کے سب سے بڑے طاقتور فرماں روا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری دورہ (سفر شام) کے روداد مؤرخ کی زبانی سنئے۔ مولانا شبلی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف الفاروق میں ۱۶ ہجری کے سفر بیت المقدس کا حال بیان کرتے ہوئے مستند عربی تاریخوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ناظرین کو انتظار ہوگا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا سفر اور سفر بھی وہ جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا رعب بٹھانا مقصود تھا کس سروسامان سے ہوگا؟ لیکن یہاں نقارہ نوبت، خدم و حشم، لاؤ لشکر ایک طرف، معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا، سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجرین و انصار ساتھ تھے، تاہم جہاں یہ آواز پہنچتی تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینے سے شام کا ارادہ کیا ہے زمین دہل جاتی تھی۔

جابیہ میں دیر تک قیام رہا اور بیت المقدس کا معاہدہ بھی یہیں لکھا گیا۔ معاہدے کی تکمیل کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کا ارادہ کیا، گھوڑا جو سواری میں تھا اس کے سم گھس کر گمام ہو گئے تھے اور رک رک کر قدم اٹھاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر اتر پڑے، لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا۔ گھوڑا شوخ اور چالاک تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سوار ہوئے تو اُلیل کرنے لگا۔ فرمایا: کمبخت یہ غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی؟ یہ کہہ کر اتر پڑے اور پیادہ پا چلے، بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور سرداران فوج استقبال کرنے آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لباس اور سروسامان جس معمولی حیثیت کا تھا، اس کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے، چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور عمدہ قیمتی پوشاک حاضر کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے یہی بس ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا قصد کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی حکومت دی اور خود ایلہ کو روانہ ہوئے۔ یرفا ان کا غلام اور بہت سے صحابہ ساتھ تھے، ایلہ کے قریب پہنچے، کسی مصلحت سے اپنی سواری غلام کو دی اور خود اس کے اونٹ پر سوار ہو لئے، راہ میں جو لوگ دیکھتے تھے پوچھتے تھے کہ امیر المومنین کہاں ہیں؟ فرماتے تمہارے آگے، اسی حیثیت سے ایلہ میں آئے، یہاں دو ایک روز قیام کیا، گزی کا کرتہ جو زیب بدن تھا کجاوے کی رگڑ کھا کر پیچھے سے پھٹ گیا، مرمت کے لئے ایلہ کے پادری کے حوالے کیا، اس نے خود اپنے ہاتھ سے پیوند لگائے اور اس کے ساتھ ایک نیا کرتہ تیار کر کے پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا کرتہ پہن لیا اور کہا، اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔''

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی [illegible] کے مختلف پہلو اور ان کے محاسن اخلاق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابوں میں متفرق ومنتشر موجود ہیں، ان سب کو جمع کر کے آپ اپنے ذہن میں ایک فرد کی مکمل زندگی اور پوری تصویر تیار کر سکتے ہیں، لیکن خوش قسمتی سے ان میں سے ایک سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا پورا اخلاقی سراپا اور ان کی زندگی کی تصویر ہمارے لٹریچر میں موجود ہے، اس کو پڑھیے اور دیکھئے کہ ایک انسان کی سیرت واخلاق کی اس سے زیادہ حسین ودل کش تصویر کیا ہو سکتی ہے اور نبوت نے اپنی تعلیم وتربیت اور اپنی مردم سازی وکیمیا گری کے کیسے یادگار نمونے چھوڑے ہیں، ان کی خدمت میں شب وروز رہنے والے ایک رفیق ضرار بن ضمرہ رضی اللہ عنہ اس طرح ان کی تصویر کھینچتے ہیں:

''بڑے بلند نظر، بڑے عالی ہمت، بڑے طاقتور، جچی تلی گفتگو فرماتے، حق وانصاف کے مطابق فیصلہ فرماتے، زبان وذہن سے علم کا چشمہ اُبلتا، ہر ہر ادا سے حکمت ٹپکتی، دنیا اور بہار دنیا سے وحشت تھی، رات اور رات کی تاریکی میں خوش رہتے، آنکھیں پر آب، ہر وقت فکر وغم میں ڈوبے ہوئے، رفتار زمانہ پر متعجب، نفس سے ہر وقت مخاطب، کپڑا وہ مرغوب جو موٹا جھوٹا ہو، غذا وہ مرغوب جو غریبانہ اور سادہ ہو، کوئی امتیازی نشان پسند نہیں کرتے تھے، جماعت کے ایک فرد معلوم ہوتے تھے، ہم سوال کرتے تو جواب دیتے، ہم حاضر خدمت ہوتے تو سلام مزاج پرسی میں پہل کرتے، ہم مدعو کرتے تو دعوت قبول فرما لیتے لیکن اس قرب ومساوات کے باوجود رعب کا یہ عالم تھا کہ بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی اور سلسلہ سخن کا آغاز کرنا مشکل ہوتا۔ اگر کبھی مسکراتے تو دانت موتی کی لڑی معلوم ہوتے، دین داروں کی عزت اور مساکین سے محبت کرتے تھے، لیکن اس تواضع ومسکنت کے باوجود کسی طاقتور اور دولت مند کی مجال نہ تھی کہ ان سے کوئی غلط فیصلہ کروالے یا ان سے کوئی رعایت حاصل کر لے، کمزور کو ہر وقت ان کے عدل وانصاف کا بھروسہ تھا، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کو ایک شب ایسی حالت میں دیکھا کہ رات نے اپنی ظلمت کے پردے ڈال دیئے تھے اور ستارے ڈھل چکے تھے، آپ اپنی مسجد کے محراب میں کھڑے تھے، داڑھی مٹھی میں تھی اس طرح تڑپ رہے تھے جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو، اس طرح رو رہے تھے جیسے دل پر چوٹ لگی ہو، اس وقت میرے کانوں میں یہ الفاظ گونج رہے تھے: ''اے دنیا! کیا تو میرا امتحان لینے چلی ہے اور مجھے بہکانے کی ہمت کی ہے؟ مایوس ہو جا، کسی اور کو فریب دے، میں نے تجھے ایسی تین طلاقیں دی ہیں جن کے بعد رجعت کا کوئی سوال نہیں، تیری عمر کوتاہ، تیرا عیش بے حقیقت، تیرا خطرہ زبردست۔ ہائے زادِ راہ کس قدر کم ہے سفر کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے''۔

بعد کے عظیم انسان:

نبوت کا یہ کارنامہ زمانہ بعثت اور پہلی صدی ہجری کے ساتھ مخصوص نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے اور آپ کے صحابۂ کرام نے زندگی کے جو نمونے چھوڑے تھے، وہ مسلمانوں کی بعد کی نسلوں اور وسیع عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں ہر شعبۂ زندگی اور ہر صف کمال میں، ایسے عظیم انسان پیدا کرتے رہے، جن کی انسانی بلندی شک وشبہ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختلافات سے بالاتر ہے، اس لازوال، مدرسۂ نبوت کے فضلا اور تربیت یافتہ جنہوں نے صرف اسی مدرسہ سے انسانیت واخلاق اور خداشناسی اور انسان دوستی کا سبق لیا تھا اپنے زمانے کی زیب وزینت اور انسانیت کے شرف وعزت کا باعث ہیں، کسی مورخ اور کسی بڑے سے بڑے مصنف اور محقق کی یہ طاقت نہیں کہ ان لاکھوں اہل یقین اور اہل معرفت کے ناموں کی صرف فہرست بھی پیش کر سکے جو اس تعلیم کے اثر سے مختلف زمانوں اور مختلف مقامات پر پیدا ہوتے رہے۔ پھر ان کے مکارمِ اخلاق، ان کی بلند انسانیت، ان کے روحانی کمالات کا احاطہ تو کسی طرح ممکن نہیں۔ ان کے حالات کو جو کچھ تاریخ محفوظ کر سکی ہے پڑھ کر عقل حیرت ہوتی ہے کہ یہ خاکی انسان روحانی ترقی، نفس کی پاکیزگی، حوصلہ کی بلندی، انسان کی ہمدردی، طبیعت کی فیاضی، ایثار قربانی، دولت، دنیا سے بے نیازی، سلاطین وقت سے بے خوفی، خداشناسی وخدادانی اور غیبی حقیقتوں پر ایمان ویقین کے ان حدود اور ان بلندیوں تک بھی پہنچ سکتا ہے؟ ان کے یقین نے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو یقین سے بھر دیا، ان کے عشق نے لاکھوں انسانوں کے سینوں کو عشق کی حرارت اور سوز سے گرم وروشن کر دیا، ان کے اخلاق نے خون خوار دشمنوں کو جاں نثار اور لاکھوں حیوان صفت انسانوں کو حقیقی انسان بنا دیا، ان کی صحبت اور ان کے فیض وتاثیر نے خداطلبی اور خداترسی اور انسان دوستی کا عام ذوق پیدا کر دیا۔

مسلمان بادشاہ:

یہ برصغیر ہندوپاکستان اس بارے میں بڑا خوش نصیب ہے کہ وہ اپنے آغوش میں بکثرت مردانِ خدا کو لئے ہوئے ہے، جنہوں نے اپنے عہد میں انسانیت کو بلند اور انسان کا نام روشن کیا تھا۔

بادشاہوں کی صف میں جو کشورستانی اور ملک گیری اور عیش کوشی کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے۔ اس تعلیم نے ایسے درویش صفت اور زاہد سیرت بادشاہ پیدا کئے جنہوں نے زہد وایثار کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر تارک الدنیا درویشوں اور گوشہ نشین فقیروں کے یہاں بھی ملنا مشکل ہے۔

مدرسۂ نبوت کے ان فیض یافتہ سلاطین میں جن کی فہرست طویل ہے آپ صرف سلطان صلاح الدین ایوبی کا حال پڑھیں۔ چھٹی صدی ہجری میں مشرق وسطیٰ کے اس سب سے بڑے حکمران (جو کردستان کے پہاڑوں سے لے کر صحرائے نوبہ تک حکومت کرتا تھا) کے متعلق اس کا سکریٹری قاضی ابن شداد شہادت دیتا ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کی ساری عمر نوبت ہی نہیں آئی۔ اس لئے کہ انہوں نے کبھی اتنا پس انداز ہی نہیں کیا جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس کی ساری دولت صدقات وخیرات میں خرچ ہوئی۔ صرف سینتالیس درہم ناصری اور ایک سونے کا سکہ چھوڑا، باقی کوئی جائیداد وملکیت، کوئی مکان، باغ، گاؤں، زراعت نہیں چھوڑی، ان کی تجہیز وتدفین میں ایک پیسہ بھی ان کی میراث سے صرف نہیں ہوا، سارا سامان قرض سے کیا گیا، یہاں تک کہ قبر کے لئے گھاس کے پولے بھی قرض سے آئے، کفن کا انتظام ان کے وزیر وکاتب قاضی فاضل نے کسی جائز وحلال ذریعے سے کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانی بلندی، شرافتِ نفس، عالی حوصلگی کے اعتبار سے بھی سلطان تاریخ کے عظیم ترین انسانوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر عیسائی فاتحین کے برخلاف جنہوں نے ظلم وسفا کی کی ایک نظیر قائم کر دی سلطان نے جس شفقت ومرحمت اور جس احسان وفیاضی کا مظاہرہ کیا، اس کا ذکر کرتے ہوئے اس کا سب سے بڑا مغربی سوانح نگار اسٹین لے لین پول لکھتا ہے کہ ''اگر سلطان صلاح الدین کے کاموں میں صرف یہی کام دنیا کو معلوم ہوتا کہ اس نے کسی طرح یروشلم کو بازیاب کیا، تو صرف یہی کارنامہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانے کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلالت وشہامت میں یکتا اور بے مثل شخص تھا۔''

آپ نے جہاں مشرق وسطیٰ کے ایک عظیم مسلمان حکمران کے احسان وفیاضی کا واقعہ سنا خود اپنے ملک کے ایک مسلمان بادشاہ کا واقعہ بھی سنتے چلئے، جو خلوص وفیاضی، ایثار اور بلند حوصلگی کا ایک اور نمونہ ہے، یہ دسویں صدی ہجری کے ایک طاقتور فرمانروا مظفر حلیم سلطان گجرات (م ۹۳۲ھ) کا واقعہ ہے کہ جس نے محمود شاہ خلیجی کی مدد کے لئے (جو غاصبوں کے ہاتھوں تخت وتاراج سے محروم ہوگیا تھا اور اس کی سلطنت پر اس کے نمک خواروں نے قبضہ کرلیا تھا) مانڈو پر حملہ کیا تھا اور اس کو فتح کرلیا تھا۔

تسخیر قلعہ کے بعد جس وقت مظفر حلیم داخل ہوا اور امرائے ہمرکاب نے شاہان مالودہ کے سامان تجمل اور خزائن ودفائن کو ملاحظہ کیا اور اس ملک کی سرسبزی وشادابی پر اطلاع پائی تو انہوں نے جسارت کر کے مظفر شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس جنگ میں تقریباً دو ہزار سوار جرار درجہ شہادت کو پہنچ چکے ہیں، یہ مناسب نہیں کہ اس قدر نقصان اٹھانے کے بعد پھر ملک کو اسی بادشاہ کے حوالے کردیا جائے، جس کی سوئے تدبیری سے صندلی رائے نے اس پر قابو پالیا تھا، بادشاہ نے یہ سنتے ہی سیر موقوف کی اور قلعے سے باہر نکل کر محمود شاہ کو ہدایت فرمائی کہ اس کے ہمرکاب لوگوں میں سے کسی کو قلعے کے اندر جانے کی اجازت نہ دے۔ محمود نے باصرار تمام اس بات کی التجا کی کہ بادشاہ چندروز قلعے کے اندر آرام فرمائیں، مگر مظفر شاہ نے اس التجا کو قبول نہ فرمایا اور بعد کو خود ظاہر کیا کہ میں نے یہ جہاد وغزا محض خداوند برحق کی رضامندی حاصل کرنے کو کیا تھا، مجھ کو امرا کی تقریر سے اس بات کا اندیشہ پیدا ہوا کہ مبادا کوئی خطرۂ فاسد میرے دل میں پیدا ہو اور میرا خلوص نیت برباد ہوجائے۔ میں نے محمود پر کچھ احسان نہیں کیا بلکہ محمود کا مجھ پر احسان ہے کہ اس کی وجہ سے مجھ کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔

میں نہیں کہتا کہ سارے سلاطین وفرمانروا جو اسلامی عہد میں گزرے، وہ نورالدین، صلاح الدین، ناصر الدین محمود اور سلطان مظفر حلیم کا نمونہ تھے، لیکن آپ کو جن فرماں رواؤں میں انسانی بلندی، خداترسی، فقروزہد، ایثار وقربانی اور شفقت ومرحمت کی شان نظر آتی ہے اور ان میں سے جو اپنے زمانے کی سطح سے بلند، بادشاہوں کی روایات سے الگ اور زمانہ سے نرالے دکھائی دیتے ہیں، وہ صرف نبوت کے فیض اور دینی جذبہ کا نتیجہ ہیں۔ آپ اگر ان کی زندگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوران کے سوانح حیات کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو اس کا سراغ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ ان سب کا تعلق واتصال تعلیم وتربیت، تعلق ومحبت، اتباع واطاعت کے ذریعے سے اسی ایک سرچشمہ ہدایت سے تھا جس نے ہر دور میں عظیم ترین انسان پیدا کیے خواہ ان کا زمانہ کتنا دور ہو۔ دراصل یہ سب اسی درسگاہ نبوت کے فیض یافتہ ہیں جس نے تعمیر انسانیت کا کام سب سے وسیع پیمانے اور سب سے اعلیٰ سطح پر انجام دیا اور جس کا فیض اب بھی انسانیت کے چراغ کو روشن کیے ہوئے ہے اور جہاں کہیں روشنی ہے اسی ایک چراغ کا پرتو ہے۔

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند

موجودہ فکر وقیادت:

ہماری جدید تہذیب اور ہماری موجودہ فکر قیادت معاشرۂ انسانی کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے افراد تیار کرنے اور انسان کی سیرت سازی میں بری طرح ناکام رہی ہے، وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرسکتی ہے۔ وہ خلا میں سفر کرنے کے لئے محفوظ وسریع السیر آلات مہیا کرسکتی ہے۔ وہ انسان کو چاند اور سیاروں پر پہنچا سکتی ہے۔ وہ ذراتی طاقت سے بڑے بڑے کام لے سکتی ہے۔ وہ ملک سے غریبی کو دور کرسکتی ہے۔ وہ علم وہنر کو آخری نقطۂ عروج پر پہنچا سکتی ہے۔ وہ پوری کی پوری قوم اور ملک کی آبادی کو خواندہ وتعلیم یافتہ بنا سکتی ہے۔ اس کی ان کامیابیوں اور فتوحات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں لیکن وہ صالح اور صاحب یقین افراد پیدا کرنے سے بالکل عاجز ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی ناکامی اور بدقسمتی ہے اور اسی وجہ سے صدیوں کی محنتیں ضائع وبرباد ہورہی ہیں۔

ساری انسانی دنیا مایوسی اور انتشار کا شکار ہے اور اب اس کا سائنس اور علم پر سے بھی اعتقاد اٹھ رہا ہے، اندیشہ ہے کہ دنیا میں ایک شدید ردعمل کی تحریک اور علم وتمدن کے خلاف بغاوت کے دور کا آغاز نہ ہوجائے۔ فاسد افراد نے معصوم اور صالح وسائل وذرائع کو بھی فاسد بلکہ آلۂ تخریب بنا دیا ہے۔ جدید تمدن کا سفینہ موجوں کی تاب نہیں رکھتا۔ اس کا ہر تختہ گھن کھایا ہوا اور دیمک کا چاٹا ہوا ہے، فاسد وکمزور تختوں سے کوئی صالح اور مضبوط سفینہ تیار نہیں ہوسکتا۔ یہ بالکل مغالطہ اور خام خیالی ہے کہ فاسد تختے علیحدہ علیحدہ فاسد، کمزور اور ناقابل اعتماد ہیں، لیکن جب ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے اور ان سے کوئی علیحدہ تو رہزن اور چور ہیں لیکن جب وہ اپنی جماعت بنالیں تو وہ پاسبانوں اور ذمہ دار انسانوں کی ایک مقدس جماعت ہے۔

نئی فکری قیادت نے جو افراد دنیا کو عطا کیے ہیں وہ ایمان ویقین سے خالی، ضمیر انسانی سے محروم، حاسۂ اخلاقی سے محروم، محبت اور خلوص کے مفہوم سے ناآشنا، انسانیت کے شرف واحترام سے غافل ہیں وہ یا تو لذت وعزت کے فلسفے سے واقف ہیں یا صرف قوم پرستی اور وطن دوستی کے مفہوم سے آشنا ہیں، اس نوعیت اور صلاحیت کے افراد خواہ جمہوری نظام کے سربراہ ہوں یا اشتراکی نظام کے ذمے دار کبھی کوئی صالح معاشرہ پرامن ماحول اور خداترس وپاکباز سوسائٹی قائم نہیں کرسکے۔ اوران پر خدا کی مخلوق اور انسانی کنبے کی قسمت کے بارے میں کبھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صالح ترین افراد:

اس دنیا میں صالح ترین افراد اور صالح ترین معاشرہ صرف نبوت نے تیار کیا ہے اور اسی کے پاس قلب کو بدلنے اور گرمانے، نفس کو جھکانے اور جمانے، نیکی و پاک بازی کی محبت اور گناہ اور بدی سے نفرت پیدا کرنے، مال و زر، ملک و سلطنت، عزت و وجاہت اور ریاست و تفوق کی سحر انگیز ترغیبات کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا کرنے کی صلاحیت ہے، اور وہی افراد جو ان صلاحیتوں کے مالک ہوں دنیا کو ہلاکت اور تہذیب جدید کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

نبوت نے دنیا کو سائنس نہیں دی، نہ ایجادیں کیں، اس کو نہ اس کا دعویٰ ہے نہ ایسا نہ کرنے پر شرمندگی اور معذرت، نہ یہ اس کا میدان ہے، اس کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے دنیا کو افراد عطا کئے جو خود صحیح راستے پر چل سکتے ہیں، اور دنیا کو چلا سکتے ہیں اور ہر اچھی چیز سے خود نفع اٹھا سکتے ہیں اور دوسروں کو پہنچا سکتے ہیں اور جو ہر قوت اور نعمت کو ٹھکانے لگا سکتے ہیں، جو اپنی زندگی کے مقصد سے واقف اور اپنے پیدا کرنے والے سے آشنا ہیں اور اس کی ذات سے استفادہ کرنے اور اس سے مزید نعمتیں حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ انہیں کا وجود انسانیت کا اصل سرمایہ اور ان کی تربیت نبوت کا اصل کارنامہ ہے۔

☆☆☆

عقل کی تقسیم

عقل کے لحاظ سے انسان کمزور ہے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے عقل کے دس حصے کئے ہیں اور اس میں سے نو حصے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے اور جو دسواں حصہ ہے، اس کے دس حصے کئے ہیں اس میں سے نو حصے باقی تمام نبیوں کو عطا فرمائے اور جو دسواں حصہ ہے، اس کے دس حصے کئے اس کے نو حصے اللہ پاک نے صحابہ کرامؓ کو دیئے ہیں پھر اس کا جو دسواں حصہ ہے، پھر اس کے دس حصے کئے اس کے نو حصے بزرگان دین اور اولیاء کرام کو عطا فرمائے اور اس کا جو دسواں حصہ ہے اس کے دس حصے کئے ہیں، اس کے نو حصے اللہ پاک نے تمام ایمان والے مسلمانوں کو عطا فرمائے ہیں اور وہ آخر کا درجہ کفار کو دیا، تو ایک عام مؤمن کے عقل میں اور نبی کی عقل میں کتنا بڑا فرق ہوگا۔ انبیاء کرام علیہ السلام نے جو بات ارشاد فرمادیں تو ایک عام ایمان والے کے ذہن میں اس کی حکمتیں کہاں سے آئیں گی؟ پھر ہماری عقلیں کہاں اللہ کی حکمتوں کو سمجھ سکتی ہیں؟

(مراسلہ: معروف احمد قریشی)

© rasailojaraid.com